تحقیق و تنقید

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام بن محمد بھٹوی

نفاذِ شریعت کا مطالبہ کیوں؟

قسط ۳

محافظ کی موجودگی میں دکان سے چوری پر بھی حد نہیں :

یہاں ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حنفی قانون نے دکانوں میں داخلہ کی عام اجازت کی وجہ سے ان کی چوری پر حد ختم کی ہے تو جس طرح مسجد سے مالک کی موجودگی میں چوری پر حد رکھی ہے دکانوں میں محافظ کی موجودگی میں چوری پر بھی ضرور حد رکھی ہوگی۔ مگر اس سوال کا جواب دکانداروں کے لیے خوش کن نہیں، مایوس کن ہے اگرچہ چوروں کے لیے نہایت حوصلہ افزا ہے۔ کیونکہ مسجد سے محافظ کی موجودگی میں چوری پر ہاتھ کاٹا جائیگا۔ مگر دکانوں میں محافظ کی موجودگی میں بھی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ محافظ کی عدم موجودگی میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس کے لیے باقاعدہ ایک ضابطہ وضع کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے :

"وَالْحِرْزُ عَلٰى نَوْعَيْنِ حِرْزٌ لِمَعْنًى فِيهِ كَالْبُيُوْتِ وَالدُّوْرِ وَحِرْزٌ بِالْحَافِظِ" —— "وَفِي الْمُحْرَزِ بِالْمَكَانِ لَا يُعْتَبَرُ الْإِحْرَازُ بِالْحَافِظِ" (ہدایہ ص۲۴۰ ج ۲)

"حرز کی دو قسمیں ہیں ایک وہ حرز کہ خود اس میں حفاظت کا مفہوم موجود ہے جیسا کہ مکان اور گھر۔ اور ایک وہ حرز جو حفاظت کرنے والے کی وجہ سے محفوظ ہے —— اور جس کی حفاظت جگہ کی وجہ سے ہو رہی ہے (مثلاً مکانات اور گھر وغیرہ) اس کی حفاظت، محافظ کے ساتھ معتبر نہیں ہے۔"

پھر دکانوں، ہوٹلوں اور اس قسم کے مقامات پر اس ضابطہ کو منطبق کیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:

"بخلاف الحمام والبیت الذی اذن للناس فی دخوله حیث لا یقطع لانه بنی للاحراز فکان المکان حرزا فلا یعتبر الاحراز بالحافظ۔" (ہدایہ ص۲۴۱ ج ۲)

یعنی "حمام سے اور ان تمام مکانوں سے جہاں لوگوں کو داخلے کی اجازت دی گئی ہے (یعنی دکانیں اور میزبان کا گھر وغیرہ) چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ یہ عمارتیں بنائی ہی حفاظت کے لیے گئی ہیں۔ اس لیے یہ جگہ خود حفاظت والی ہے چنانچہ یہاں حفاظت کرنے والے شخص کی حفاظت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔"

یعنی دکانوں پر مالک اور پہرے دار بھی کھڑے ہوں، چور غیر محفوظ جگہ سے ہی چوری کر رہا ہے۔

یہ سارا ضابطہ ہی ایجادِ بندہ ہے اور قرآن و سنت کی تائید سے یکسر محروم۔ مقصود دکانوں اور اس قسم کی جگہوں سے چوری کی حد کو سرے سے باطل کرتا ہے۔

مہمان بن کر چوری کرنے والے کی حد ختم کرنا:

"ولا قطع علی الضیف اذا سرق ممن اضافه۔"

(ہدایہ ص۲۴۱ ج ۲)

"مہمان جب اس شخص کی چوری کرے، جس کا وہ مہمان ہے، تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔"

چور کو اس کے محسن میزبان کی نمک حرامی کا صلہ، سزا ختم کرنے کی صورت میں دینا، عجیب فقاہت ہے!

عذر:

صاحبِ ہدایہ نے اس کے لیے دو عذر پیش کئے ہیں۔

۱۔ چونکہ مہمان کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت ہے اس لیے وہ گھر اس کے حق میں

حرز نہیں۔

۲۔ وہ بمنزلہ گھر والوں کے ہے اس لیے اس کا فعل خیانت ہے، چوری نہیں ہے اور خیانت پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔

قطع عذر:

۱۔ چور کو اگر کسی گھر میں داخلے کی اجازت ہو تو اسے چوری کی اجازت کیسے ہو گئی؟ اور صرف داخلے کی اجازت سے اس کی حد ختم کرنا قرآن و سنت کی کون سی نص سے نکلتا ہے؟ حدیث سے تو عام داخلے والی جگہ سے چوری پر بھی ہاتھ کاٹنے کا ثبوت ملتا ہے دیکھیے صفۃ النساء سے چوری کرنے والے کا واقعہ جو شروع میں گزر چکا ہے۔

۲۔ گھر والے گھر کی چیزوں کے مالک ہوتے ہیں، کیا مہمان بھی مالک ہوتا ہے؟ اسے بمنزلہ گھر والوں کے قرار دینا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ اور خیانت اس چیز میں ہوتی ہے جو کسی نے دوسرے شخص کے پاس امانت رکھی ہو۔ فرمایئے کیا یہاں صاحب خانہ نے سارا گھر مہمان کے پاس امانت رکھ دیا ہے؟ اس نے تو اسے صرف چند چیزیں استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور اگر ضرور ہی امانت قرار دینا ہے تو زیادہ سے زیادہ وہ چیزیں اس کے پاس امانت قرار دی جا سکتی ہیں جنہیں وہ استعمال کرتا ہے مثلاً بستر، برتن وغیرہ۔ میزبان کی ہر چیز، خواہ وہ تالوں کے اندر الماریوں میں رکھی ہو، مہمان کے پاس امانت کس طرح بن گئی؟ یہ تری سینہ زوری ہے اور مہمان نوازی کرنے والے پر دوہرا ظلم، نیز چوروں کے لیے حد سے بچنے کا استادی طریقہ۔

کھلے دروازے والے گھر سے چوری پر حد ختم کرنا:

"وَلَوْ كَانَ بَابُ الدَّارِ مَفْتُوحًا فَدَخَلَ نَهَارًا اِسْتِرًا وَ سَرَقَ لَا يُقْطَعُ" ـــــــ وَلَوْ دَخَلَ اللِّصُّ مَا بَيْنَ الْعِشَاءِ وَ الْعَتَمَةِ وَالنَّاسُ يَذْهَبُوْنَ وَ يَجِيْئُوْنَ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ النَّهَارِ" (عالمگیری صہ ۶۴ ج ۲)

"اگر گھر کا دروازہ کھلا ہو، پس دن کے وقت داخل ہو کر چوری کرے تو

ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔" ——— "اور اگر چور عشاء اور عتمہ (زیادہ اندھیرے) کے درمیان داخل ہو، اس حال میں کہ لوگ آجا رہے ہوں، تو وہ بمنزلہ دن کے ہے۔"

یہاں داخلے کی اجازت بھی نہیں مگر صبح سے رات دس گیارہ بجے تک (کہ لوگ اس وقت تک عموماً آتے جاتے رہتے ہیں) چوری پر حد ختم کر دی گئی ہے۔ بہانہ یہ کہ دروازہ کھلا تھا۔ ——— گھروں والے بیچارے کیا کریں؟ اگر دروازہ بند کریں اور کوئی شخص دروازہ ہی نکال کرلے جائے، اس کی حد بھی ختم۔ اور اگر دروازہ کھلا رہ جائے یا چور کسی اپنے ہی ساتھی سے پہلے دروازہ کھلوالے، پھر کھلے دروازے سے داخل ہو کر چوری کرے تو بھی حد باطل! فرمایئے یہ قانون اہلِ خانہ کا محافظ ہے یا چوروں کا پاسبان ؟

ان قانون سازوں سے کوئی پوچھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے صفہ سے ڈھال چوری کرنے والے کا ہاتھ جو کاٹا تھا، کیا اس نے بند دروازہ کھول کر چوری کی تھی ؟

چوری کے کچھ اور طریقے جن پر حد ختم کی گئی ہے

نقب میں سے اندر والے چور کا باہر والے کو مال پکڑانا :

"وَإِذَا نَقَبَ اللِّصُّ الْبَيْتَ فَدَخَلَ وَأَخَذَ الْمَالَ وَنَاوَلَهُ آخَرَ خَارِجَ الْبَيْتِ فَلَا قَطْعَ عَلَيْهِمَا۔" (ہدایہ صـ۲۴۱ ج۲)

"جب چور مکان کو نقب لگا کر اندر داخل ہوا اور مال پکڑ کر دوسرے شخص کو پکڑائے، جو گھر سے باہر ہے، تو دونوں کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔" ——— واقعی "نیکی اور تقویٰ" کے کام میں تعاون کی یہی جزا ہونی چاہیئے۔

مکان میں نقب لگا کر ہاتھ سے کوئی چیز پکڑ لینا :

"وَمَنْ نَقَبَ الْبَيْتَ وَأَدْخَلَ يَدَهُ فِيهِ وَأَخَذَ شَيْئًا لَمْ يُقْطَعْ۔" (ہدایہ صـ۲۴۲ ج۲)

"جو شخص مکان میں نقب لگائے اور اپنا ہاتھ اس میں داخل کر کے کوئی چیز پکڑلے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔"

اُوپر والی بات کی طرح یہ بات بھی صرف چوروں کو حد سے بچانے کے لیے بنا گئی ہے۔ کتاب و سنت میں دونوں کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

قطار میں سے اُونٹ یا اس کا بوجھ چوری کر لینا:

"وَاِنْ سَرَقَ مِنَ الْقِطَارِ بَعِيْرًا اَوْ حِمْلًا لَمْ يُقْطَعْ۔"

(ہدایہ ص ۲۴۳ ج ۲)

"اگر اونٹوں کی قطار میں سے اونٹ چرا لے یا بوجھ (گانٹھ) چرائے، تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔"

عذر:

وجہ اس کی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ اونٹ اور بوروں کی حفاظت مقصود نہیں ہُوا کرتی۔ کیونکہ اونٹوں کے آگے چلنے والوں، پیچھے سے ہانکنے والوں اور سواروں کا اصل مقصد سامان ڈھونا اور مسافت طے کرنا ہوتا ہے نہ کہ حفاظت کرنا۔ تو اس سے شبہ پختہ ہوتا ہے کہ اونٹ اور بورے محُرز (محفوظ) نہیں ہیں۔

قطع عذر:

اونٹوں کی حفاظت مقصود نہ ہونا بھی ایک لطیفہ ہے۔ اونٹوں والوں کو اپنے اونٹ زیادہ عزیز ہیں یا سامان ڈھونا اور مسافت طے کرنا؟ معلوم نہیں حفاظت کا معیار کیا ہے اور سفر میں حفاظت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ آگے چلنے والا بھی ہے، پیچھے والا بھی ہے، بعض اونٹوں پر سوار بھی ہیں اور اونٹ قطار میں ایک دوسرے کے ساتھ بندھے ہوتے بھی ہیں! ــــ اُونٹوں اور ان پر لدے ہوئے بوروں کی چوری کی یہ سکیم واقعی چوروں کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔ اس پر اگر مزید قیاس کی عمارت استوار کی جائے تو ٹرکوں اور جیپوں کے پیچھے لگی ہوئی ٹرالیاں اور ریل کی بوگیاں بھی اسی ضمن میں آجاتی ہیں!

چور کا سونا وغیرہ نگل کر مکان سے باہر نکل آنا:

"وَلَابُدَّ اَنْ يُخْرِجَهٗ ظَاهِرًا حَتّٰى لَوِ ابْتَلَعَ دِيْنَارًا فِي الْحِرْزِ وَخَرَجَ لَا يُقْطَعُ وَلَا يُنْتَظَرُ اَنْ يَتَغَوَّطَهٗ بَلْ يُضَمَّنُ مِثْلَهٗ ـ كَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ" (عالمگیری ص ۲۷ ج ۲)

"(ہاتھ کاٹنے کے لیے) یہ بھی ضروری ہے کہ اسے ظاہر طور پر باہر لائے۔ یہاں تک کہ اگر حرز (جائے حفاظت) میں ایک دینار نگل لے اور باہر نکل آئے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اس بات کا انتظار نہیں کیا جائے گا کہ وہ اس کے پاخانہ میں سے نکلے، بلکہ وہ اس کے مثل کا ضامن ہوگا۔"

یہاں چوری کا مال ظاہر طور پر نہ نکال لینے کی مثال کے لیے نگلنے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ چھپا کر نکال لینے کی تمام صورتیں بھی اس میں شامل ہیں۔ مثلاً چور کا عورتوں کے زیور اور ہیرے جواہرات جسم کے مخفی حصوں میں چھپا کر حرز سے باہر آنا۔ اور اگر اس سلسلے کو وسیع کیا جائے تو جس طرح بعض چور، آپریشن کے ذریعے جانوروں کے جسم میں زیرِ جلد چیزیں چھپا کر جانور کو باہر روانہ کر دیتے ہیں، سب کی حد ختم ہو جائے گی۔ بہرحال نگلنے کو تو حد کی معافی کے لیے صریح سند حاصل ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ چور نہیں تو مثل کا ضامن کیوں؟ اور اگر چور ہے تو نگل لینے سے اسے بندوں کا حق تو معاف نہ کرنا اور اسے مثل کا ضامن بنانا، مگر اللہ کا حق ختم کر دینا ــــــ حدود اللہ کو باطل کرنے کا حیلہ نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر یہ عذر ہو کہ یہاں کسی قسم کا شبہ موجود ہے، تو جب چوری کی شہادت مل گئی، نگلنا بھی ثابت ہو گیا، اب کیا شبہ رہ گیا؟ چلیے اگر پھر بھی شبہ ہے تو وہ چیز باہر نکلنے کا انتظار ہو سکتا ہے تاکہ شبہ بالکل ختم ہو جائے۔ مگر ہمارے قانون ساز اس چور کے تحفظ پر اتنے کمربستہ ہیں کہ وہ اس چیز کے باہر نکلنے کے انتظار کی اجازت دینے پر بھی تیار نہیں۔ مبادا ان کا خیالی شبہات سے بنایا ہوا محل مسمار ہو جائے اور وہ حد ماننے پر مجبور ہو جائیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ!

بکری ذبح کرکے چوری کرنے کا حیلہ:

"وَإِنْ سَرَقَ شَاةً فَذَبَحَهَا ثُمَّ أَخْرَجَهَا لَمْ يُقْطَعْ لِأَنَّ السَّرِقَةَ تَمَّتْ عَلَى اللَّحْمِ وَلَا قَطْعَ فِيهِ." (ہدایہ ص ۲۵۰ ج ۲)

"اور اگر وہ کوئی بکری چوری کرے، پس اسے ذبح کرے، پھر باہر نکالے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ کیونکہ چوری گوشت پر پوری ہوئی ہے اور اس میں ہاتھ کاٹنا نہیں ہے۔"

بیچارے مالک کی تو بکری چوری ہوئی نہ کہ گوشت۔ اب چور پکڑا بھی جائے تو اس کی بکری اس کو کبھی واپس نہیں مل سکتی۔ چنانچہ بجائے سزا کے الٹا چور کو انعام کے طور پر گوشت کے علاوہ حد کی معافی بھی دے دی گئی! اس ضابطے کی بنیاد جس قاعدے پر ہے کہ گوشت کی چوری پر حد نہیں وہ بجائے خود باطل ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔

بچے، دیوانے، معتوہ (کم عقل مدہوش) یا صاحبِ مال کے قرابتدار کو ساتھ لے جانے پر چور کی حد باطل کرنا

"وَلَوْ كَانَ فِيهِمْ صَغِيرٌ أَوْ مَجْنُونٌ أَوْ مَعْتُوهٌ أَوْ ذُو رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِنْهُ لَمْ يُقْطَعْ أَحَدٌ ــ كَذَا فِي النَّهْرِ الْفَائِقِ."

(عالمگیری ص ۱۶۱ ج ۲)

"اگر چوروں میں کوئی چھوٹا یا دیوانہ یا معتوہ (ناقص العقل) یا کوئی ایسا شخص ہو، جو اس شخص کا محرم رشتہ دار ہے، جس کی چوری کی گئی ہے تو کسی کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا۔"

یہ درست ہے کہ نابالغ اور دیوانے پر حد نہیں۔ مگر یہ بات کہ ان کو ساتھ لے جانے والے عاقل و بالغ چوروں کی حد بھی ختم ہے، ہرگز اللہ اور اس کے رسول ؐ کا حکم نہیں!۔ بہرحال اس ضابطے میں چوروں کو دو فائدے حاصل ہوئے:

۱۔ اپنے بچوں کو بچپن میں ہی چور ہی کی تربیت دینا اور چوری میں طاق بنانا۔

۲۔ اس "فعلِ خیر" کی جزاء کے طور پر خود بھی حد سے محفوظ رہنا۔

بچوں اور دیوانوں کو ساتھ لے جانے کی صورت میں عاقل و بالغ چوروں کی حد معاف کرنے کی بجائے، انہیں قطع ید کے علاوہ کوئی اور تعزیر بھی ہونی چاہیئے کہ وہ بچوں اور دیوانوں کو اپنے ساتھ کیوں لے گئے؟ اگر صاحبِ خانہ اپنے مال کی حفاظت میں کوئی اقدام کرتا جس سے ان کو نقصان پہنچ جاتا تو اس کے ذمہ دار بھی یہی عاقل و بالغ تھے۔

رہا مال والے کے محرم رشتہ دار ساتھ ہونے کی وجہ سے چوروں کی حد ختم کرنا، تو اس کی بنیاد اس پر ہے کہ قانونِ حنفی میں کوئی شخص اپنے محرم رشتہ دار کی چوری کرلے تو اس پر حد نہیں۔ یہ قانون بجائے خود نادرست ہے۔ ایسے ظالم کو تو قطع ید کے علاوہ قطع رحمی کی الگ سزا بھی ملنی چاہیئے۔ ائمہ ثلاثہؒ بالاتفاق اس ضابطے کے خلاف ہیں چنانچہ الافصاح ص۲۵۶ ج ۲ میں ہے:

"وَاخْتَلَفُوْا هَلْ يُقْطَعُ الْاَقَارِبُ سِوَى الْاٰبَاۗءِ كَالْاِخْوَةِ وَالْعُمُوْمَةِ وَالْخُؤُوْلَةِ اِذَا سَرَقَ بَعْضُهُمْ مَالَ بَعْضٍ؟ فَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ لَا يُقْطَعُ اِذَا سَرَقَ مِنْ ذِيْ رَحِمٍ مُحَرَّمٍ كَالْاَخِ وَالْعَمِّ وَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَ اَحْمَدُ: يُقْطَعُ۔"

"اور اختلاف ہے کہ آباء کے علاوہ دوسرے رشتہ دار مثلاً بھائی، چچے، ماموں، جب ان میں سے کوئی کسی دوسرے کے مال کی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟ تو ابوحنیفہ نے کہا: "جب اپنے محرم رشتہ دار مثلاً بھائی یا چچے کی چوری کرے تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا" اور مالک، شافعی اور احمد نے فرمایا: "کاٹا جائے گا"

اگر ایک منٹ کے لیے اس ضابطے کو درست بھی مان لیا جائے کہ محرم رشتہ دار پر قطع ید نہیں تو اجنبی چوروں کو کون سی آیت یا حدیث کی رُو سے حد سے بچایا جا رہا ہے؟

"اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ۝ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَاۗءَ الْاَوْفٰى ۔"!

یہ تو ایک بالکل ہی نئی شریعت ہے۔ جس کے ذریعے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔

حاکم کے پاس پہنچنے سے پہلے پہلے چور کا، مالک یا اس کے رشتہ دار کو مال واپس کر دینا

"وَمَنْ سَرَقَ سَرِقَةً وَرَدَّهَا عَلَى الْمَالِكِ قَبْلَ الْاِرْتِفَاعِ اِلَى الْحَاكِمِ لَمْ يُقْطَعْ ——— وَلَوْ رَدَّهُ عَلٰى وَلَدِهٖ اَوْ ذِىْ رَحِمِهٖ اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِىْ عِيَالِ الْمَسْرُوْقِ مِنْهُ يُقْطَعُ وَاِنْ كَانَ فِىْ عِيَالِهٖ لَا يُقْطَعُ وَكَذَا لَوْ رَدَّ عَلٰى اِمْرَءَتِهٖ اَوْ عَبْدِهٖ اَوْ اَجِيْرِهٖ مُشَاهَرَةً اَوْ مُسَانَهَةً وَلَوْ دَفَعَ اِلَى وَالِدِهٖ اَوْ جَدِّهٖ اَوْ وَالِدَتِهٖ اَوْ جَدَّتِهٖ وَلَيْسُوْا فِىْ عِيَالِهٖ لَا يُقْطَعُ ——— وَلَوْ سَرَقَ مِنَ الْعِيَالِ وَرَدَّ اِلٰى مَنْ يَعُوْلُهُمْ لَا يُقْطَعُ ——— كَذَا فِى الْكَافِىْ" (عالمگیری ص۶۵ ج۲)

"اور جو شخص کوئی چیز چوری کرے اور حاکم کے پاس پیش ہونے سے پہلے مالک کو واپس کر دے، اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا" ——— "اور اگر وہ اس کی اولاد یا رشتہ داروں کو واپس کرے تو اگر وہ اس شخص کے عیال میں نہ ہوں جس کی چوری کی گئی ہے تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اور اگر اس کے عیال میں ہوں تو نہیں کاٹا جائے گا۔ اسی طرح اگر اس کی بیوی یا اس کے غلام یا اس کے مزدور کو ماہانہ یا سالانہ کی صورت میں دے دے۔ اور اگر اس کے والد یا جد (دادا، نانا) یا والدہ یا جدۃ (دادی، نانی) کو دے دے اور وہ اس کے عیال میں نہ ہوں تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا" ———

"اور اگر عیال سے چوری کرے اور ان کو واپس کر دے جن کے وہ عیال ہیں تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔"

یہ تمام صورتیں بھی چور کی حد کو باطل کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں۔ چور کو جب

معلوم ہو کہ مال کا مالک عدالت میں مقدمہ پیش کرنے سے باز نہیں آتا، تو وہ مالک کے وہاں پہنچنے سے پہلے پہلے اس کو یا اس کے مندرجہ بالا تعلق داروں میں سے کسی کو چوری شدہ مال پہنچا دے، اب مالک اسے عدالت میں بھی پیش کر دے، قاضی قانونِ حنفی کے سامنے حد نافذ کرنے سے بے بس ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معاملہ صرف مال کے لین دین کا تھا۔ چور نے کوئی جرم نہیں کیا تھا! —— اس کا جرم یہ تھا کہ عدالت میں پہنچنے سے پہلے پہلے مال واپس کیوں نہیں کر سکا؟

—— اتنی پر بس نہیں، اگر چور خود وہ مال نہ پہنچا سکے تو اس کا کوئی ہمدرد اس سے مندرجہ ذیل تعاون کر سکتا ہے:

چور سے چوری کا مال چھین کر ضامن بن جانا:

"وَلَوْ غَصَبَهٗ مِنْهُ رَجُلٌ وَضَمِنَ الْغَاصِبُ سَقَطَ الْقَطْعُ كَذَا فِي الْعَتَابِيَةِ" (عالمگیری ص۶۵ ج۲)

"اور اگر چوری کی چیز اس سے کوئی شخص چھین لے اور چھیننے والا ضامن بن جائے تو ہاتھ کاٹنا ساقط ہو جائے گا۔"

حد باطل کرنے کے ان ضابطوں کے علاوہ بہت سے ضابطے عالمگیری اور ہدایہ میں موجود ہیں، اختصار کے پیشِ نظر انہیں فی الحال ترک کیا جاتا ہے۔ اب وہ ضابطے درج کئے جاتے ہیں جن کے ذریعے قانونِ حنفی نے عدالت میں مقدمہ پیش ہونے یا گواہوں کی شہادت دیئے جانے یا قاضی کی طرف سے چور کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر دیئے جانے کے بعد چوری کی حد معطل کی ہے۔

قاضی کے پاس مقدمہ چلے جانے کے بعد حد معطل کرنے کے طریقے

اب جو ضابطے بیان کئے جائیں گے ان سے پہلے یہ بات ذہن میں تازہ کر لینی چاہیئے کہ شریعتِ اسلامیہ میں چوری کا مقدمہ حاکم کے پاس پیش ہو جانے کے بعد چور کو نہ حاکم

خود معاف کر سکتا ہے، نہ کسی کی سفارش پر حد ختم کر سکتا ہے، نہ اُس شخص کے معاف کرنے پر حد ختم ہو سکتی ہے جس کی چوری ہوئی ہے۔ نہ ہی مالک کی طرف سے چور کو وہ چیز ہبہ کئے جانے یا بیچ دیئے جانے پر حد ختم ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوری کرنے والی عورت فاطمہ مخزومیہ کا ہاتھ اسامہ بن زیدؓ (جن کا لقب "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب" تھا) کی سفارش کے باوجود کاٹ دیا تھا اور فرمایا تھا:

"اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اِنَّمَا كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ قَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا" (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۱۴)

"تم سے پہلے لوگوں کو صرف اسی چیز نے ہلاک کیا کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا، اسے چھوڑ دیتے۔ اور جب ان میں کوئی کمزور آدمی چوری کرتا، اس پر حد قائم کر دیتے تھے۔ اور اللہ کی قسم! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہؓ چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ (بھی) کاٹ دیتا۔"

اور جیسا کہ صفوانؓ بن امیہ نے ایک چور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیئے جانے کا فیصلہ سن کر کہا "یا رسولؐ اللہ! میں یہ چادر اسے ہبہ کرتا ہوں، بیچتا ہوں، قیمت بھی اس پر ادھار رہے گی بعد میں دے دے۔ آپؐ اس کا ہاتھ نہ کاٹیں" غرض انہوں نے چادر اُسے بیچنے، اس کو ہبہ کرنے اور اس کی حد ختم کرواتے کا ہر طریقہ پیش کیا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم نے اسے میرے پاس پیش کرنے سے پہلے ایسا کیوں نہیں کیا؟" چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ (تفصیل شروع میں گزر چکی ہے)

مگر قانونِ حنفی میں مقدمہ پیش ہونے کے بعد، بلکہ قطع ید کا فیصلہ ہونے کے بعد بھی، حد ختم ہونے کی کئی سکہ بند صورتیں موجود ہیں:

ہاتھ کاٹنے کے وقت مال کے مالک کا غائب ہونا:

"وَلَا يُقْطَعُ السَّارِقُ اِلَّا اَنْ يَحْضُرَ الْمَسْرُوْقُ مِنْهُ فَيُطَالِبَ بِالسَّرِقَةِ" ـــــ "وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الشَّهَادَةِ وَالْاِقْرَارِ

عِنْدَنَا ـــــ وَكَذَا إِذَا غَابَ عِنْدَ الْقَطْعِ عِنْدَنَا"

(ہدایہ ص۲۴۵ ج۲)

"چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مگر اس صورت میں کہ وہ شخص حاضر ہو جس کی چوری کی گئی ہے، اور چوری کی ہوئی چیز کا مطالبہ کرے" ــــ "اور ہمارے نزدیک شہادۃ اور اقرار میں کوئی فرق نہیں" ــــ "اور اسی طرح جب وہ شخص جس کی چوری کی گئی ہے، ہاتھ کاٹنے کے وقت غائب ہو تو ہمارے نزدیک (پھر بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا!")۔

مطلب یہ ہے کہ اگر مال کا مالک مقدمہ پیش کرنے اور حد کا مطالبہ کرنے سے باز نہیں آتا تو کسی طرح اسے غائب کرنے کی فکر کیجئے۔ ہاتھ کٹنے کا فیصلہ ہو چکنے کے بعد، عین ہاتھ کاٹنے کے وقت اگر وہ حاضر نہ ہو سکا تو چور کا ہاتھ سلامت رہے گا اور اگر مسروق منہ اپنی موت مر گیا یا قتل ہو گیا یا اغوا ہو گیا تو اللہ کی حد، جو شہادتوں سے ثابت ہو چکی ہے اور قاضی بھی جس کا فیصلہ کر چکا ہے، قانونِ حنفی کی رُو سے ختم ہو جائیگی۔

یاد رہے کہ ہاتھ کاٹنے کے وقت مسروق منہ کی موجودگی کی شرط کتاب و سنت کی کسی دلیل سے بھی ثابت نہیں کی جا سکتی۔

دو مالکوں میں سے ایک بھی اگر غائب ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا:

"وَلَوْ سَرَقَ مِنْ رَجُلَيْنِ لَمْ يُقْطَعْ بِغَيْبَةِ أَحَدِهِمَا"

(عالمگیری ص۶۵ ج۲)

"اور اگر اس نے دو آدمیوں کی چوری کی ہو، تو ان میں سے ایک کے غائب ہونے کی صورت میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔"

قطع ید کا فیصلہ ہونے کے بعد چور کو چوری کا مال بیع یا ہبہ کر دیئے جانے کی صورت میں حد معطّل کرنا

"وَإِذَا قُضِيَ عَلَى رَجُلٍ بِالْقَطْعِ فِي سَرِقَةٍ فَوُهِبَتْ لَهُ لَمْ

يُقْطَعُ مَعْنَاهُ إِذَا سُلِّمَتْ إِلَيْهِ وَكَذَا إِذَا بَاعَهَا الْمَالِكُ إِيَّاهُ"

(ہدایہ ص ۲۴۶ ج ۲)

"اور جب کسی آدمی کا ہاتھ چوری میں کاٹ دیئے جانے کا فیصلہ کر دیا جائے پس وہ چیز اس کو ہبہ کر دی جائے، مطلب یہ کہ اس کے سپرد کر دی جائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اسی طرح اگر مالک اس کو وہ چیز فروخت کر دے (تو بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا!")

جب ہاتھ کاٹنے کا مرحلہ درپیش ہو تو چور اپنا ہاتھ بچانے کے لیے کون سی قیمت ہے، جو ادا نہیں کرے گا؟ ظاہر ہے، چور کو حد کے اجراء سے بچانے کا یہ ایک کامیاب طریقہ ہے ——— حالانکہ اب یہ بندوں کا حق ہے ہی نہیں۔ اب تو "جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ" کی منزل ہے۔ اسی لیے بالکل اسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن اُمیّہ کے چور کا ہاتھ کاٹ دیا تھا۔ صریح صحیح حدیث کو رد کر کے، اللہ کی حد کو باطل کرنے کی جرأت صرف اسی قانون نے کی ہے اور اس حدیث کو صحیح مان کر کی ہے۔ کیونکہ اس قانون میں "حرز بالحافظ" کی بنیاد اسی حدیث پر رکھی گئی ہے ——— باقی ائمہ یہ جرأت نہیں کر سکے۔

ائمہ ثلاثہ کا موقف :

"وَاخْتَلَفُوْا فِيْمَا إِذَا سَرَقَ نِصَابًا ثُمَّ مَلَكَهُ بِشِرَآءٍ أَوْ هِبَةٍ أَوْ إِرْثٍ أَوْ غَيْرِهِ، هَلْ يَسْقُطُ الْقَطْعُ؟ فَقَالَ مَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ وَأَحْمَدُ: لَا يَسْقُطُ الْقَطْعُ عَنْهُ سَوَآءٌ مَلَكَهُ بِذٰلِكَ قَبْلَ التَّرَافُعِ أَوْ بَعْدَهُ وَقَالَ أَبُوْحَنِيْفَةَ: مَتٰى وُهِبَتْ لَهُ أَوْ بِيْعَتْ مِنْهُ سَقَطَ الْقَطْعُ عَنْهُ." (الافصاح ج ۲ ص ۲۶۱)

"جب نصاب کے برابر چیز (چوری کرے پھر خرید کر یا ہبہ سے یا ورثے سے یا کسی اور طریقے سے اس کا مالک بن جائے تو کیا قطعِ ید ساقط ہو جائے گا؟ اس میں اختلاف ہے۔ چنانچہ مالک، شافعی اور احمد نے کہا: "اس سے ہاتھ کاٹنا ختم نہیں ہو گا خواہ وہ ان صورتوں کے ساتھ اس کا مالک مقدمہ پیش

ہونے سے پہلے بنا ہو یا بعد میں۔" اور ابو حنیفہ نے کہا: "جب اسے وہ چیز ہبہ کر دی جائے یا اس کے پاس بیچ دی جائے اس سے قطع ساقط ہو جائے گا۔"

ہاں اگر کوئی مالک ایسا زبردست ہے کہ نہ چور کو چوری کا مال ہبہ کرتا ہے نہ بیچتا ہے تو بھی فکر کی کوئی بات نہیں اس چور کے درد کا درماں بھی موجود ہے:

چور کے بھاگ جانے سے حد ساقط ہونا:

"وَإِذَا حُكِمَ عَلَيْهِ بِالْقَطْعِ بِشُهُوْدٍ فِي السَّرِقَةِ ثُمَّ انْفَلَتَ أَوْلَمْ يُكُنْ فَأُخِذَ بَعْدَ زَمَانٍ لَمْ يُقْطَعْ وَإِنْ أَتْبَعَهُ الشُّرْطُ فَأَخَذُوْهُ مِنْ سَاعَتِهٖ قُطِعَتْ يَدُهٗ. كَذَا فِي الْمَبْسُوْطِ۔"

(عالمگیری ص ۶۵ ج ۲)

"اور جب گواہوں (کی گواہی) کے ساتھ چوری میں چور کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کر دیا جائے، پھر وہ چھوٹ کر بھاگ جائے یا ابھی اس پر فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ وہ چھوٹ کر بھاگ گیا پھر کچھ وقت کے بعد پکڑا گیا تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اور اگر پولیس نے اس کا پیچھا کیا اور اس کو اسی وقت پکڑ لیا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔"

گویا تھوڑی سی جرأتِ رندانہ کی ضرورت ہے اور وہ بھی صرف ایک مرتبہ!۔ یا پولیس والوں کو اپنا بنانے کی ضرورت ہے، پھر خواہ حوالات سے بھاگ جائے یا ہاتھ کاٹنے کے وقت!۔ بس ایک مرتبہ پولیس والے اسے نہ پکڑیں یا نہ پکڑ سکیں، پھر کچھ مدت کے بعد پکڑا بھی جائے تو اس پر اللہ کی حد نافذ کرنے کے ساتھ ساتھ بھاگنے کی تعزیر نافذ کرنے کی بجائے سرے سے اللہ کی حد ہی قانوناً ختم کر دی گئی ہے۔ اور قانون سازوں نے یہ وضاحت بھی ضروری سمجھی ہے کہ چھوٹ کر بھاگنے والا اپنے اقرار کی بنا پر مجرم نہیں بنا تھا بلکہ باقاعدہ گواہوں کی شہادتوں سے اس پر جرم ثابت ہونے کے بعد اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ محفوظ رہے گا ـــــ ایسی دیدہ دلیری سے کتاب اللہ کو ٹھکرانے کی نظیر کم ہی ملے گی ـــــ انا للہ!

مزید سنئے، اب اگر چور اتنی جرأت کا مظاہرہ نہیں کر سکتا کہ بھاگ جائے۔ پولیس

والے بھی رحم نہیں کرتے، چور انہیں خوش بھی نہیں کر سکا کہ وہ فرار کا موقع فراہم کر دیں اور مال کا مالک بھی نہ ہمیہ کرتے پر آمادہ ہے نہ بیچنے پر، تو چور کو نا امید پھر بھی نہیں ہونا چاہیئے بھتوڑی سی زبان ہلانے کی ضرورت ہے۔ شاہدوں کی شہادت، مال کے مالک کا مطالبہ، پولیس والوں کی ناکہ بندی، سب کچھ خس و خاشاک کی طرح اڑ جائے گا اور قانونِ حنفی کی برکت سے چور کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

چور کے بلا دلیل دعویٰ سے حد ختم ہونا:

"وَإِذَا ادَّعَى السَّارِقُ أَنَّ الْعَيْنَ الْمَسْرُوقَةَ مِلْكُهُ سَقَطَ الْقَطْعُ عَنْهُ وَإِنْ لَمْ يُقِمْ بَيِّنَةً مَعْنَاهُ بَعْدَ مَا شَهِدَ الشَّاهِدَانِ بِالسَّرِقَةِ" (ہدایہ ص ۲۴۷ ج ۲)

"اور جب چور یہ دعویٰ کر دے کہ چوری کی ہوئی چیز اس کی ملکیت ہے تو اس سے قطع ید ساقط ہو جائے گا۔ اگرچہ وہ کوئی دلیل قائم نہ کرے۔ معنیٰ یہ ہے کہ وہ چور یہ دعویٰ دو گواہوں کے چوری کی شہادت دینے کے بعد کرے"

اگر کوئی چور گواہوں کی شہادت کے بعد چوری کی گئی چیز کا مالک ہونے کا دعویٰ کر دے اور اس چیز کا مالک ہونے کا ثبوت بھی پیش کر دے، پھر تو واقعی اس پر حد ختم ہو جائے گی؛ تاہم یہ اس کی خوش طبعی سمجھی جائے گی کہ اتنی دارو گیر اور عدالت میں پیش ہونے اور چوری کی شہادتیں دیئے جانے تک خاموش رہا، حالانکہ وہ چیز اسی کی تھی اور اس کے پاس مالک ہونے کا ثبوت بھی تھا۔ عین ہاتھ کٹنے کے وقت اس نے ثبوت پیش کر دیا۔—— اتنا حوصلہ اور اتنی دیر خاموشی واقعی کوئی زبردست ظریف ہی کر سکتا ہے۔

لیکن اگر بلا دلیل صرف دعویٰ کر دینے سے ہی حد ختم کر دی جائے تو پھر تو کسی چور پر بھی حد نافذ نہیں کی جا سکتی۔ صاحب ہدایہ نے خود ہی امام شافعی سے نقل کیا ہے:

"وَقَالَ الشَّافِعِيُّ لَا يَسْقُطُ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوَى لِأَنَّهُ لَا يَعْجِزُ عَنْهُ سَارِقٌ فَيُؤَدِّي إِلَى سَدِّ بَابِ الْحَدِّ" (ہدایہ ص ج ۲)

"اور شافعی نے کہا کہ خالی دعویٰ سے حد ساقط نہیں ہو گی کیونکہ اس سے کوئی چور بھی عاجز نہیں ہوتا۔ تو اس کا نتیجہ حد کا دروازہ بند کر دینا ہو گا۔"

صاحبِ ہدایہ نے اس کے جواب میں کہا ہے :

"وَلَنَا اَنَّ الشُّبْهَةَ دَارِئَةٌ وَيَتَحَقَّقُ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوٰى لِلْاِحْتِمَالِ وَلَا مُعْتَبَرَ بِمَا قَالَ بِدَلِيْلِ صِحَّةِ الرُّجُوْعِ بَعْدَ الْاِقْرَارِ۔"

"ہماری دلیل یہ ہے کہ شبہہ حد کو ہٹا دیتا ہے۔ اور شبہہ خالی دعوٰی سے بھی ثابت ہو جاتا ہے' احتمال کی وجہ سے! ——— اور جو شافعی نے کہا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں' دلیل اس کی یہ ہے کہ چور اقرار کے بعد رجوع کر لے تو وہ درست ہے۔"

صاحبِ ہدایہ نے اس تحدشہ کا کوئی جواب نہیں دیا کہ اس سے چور کی حد کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا۔ بلکہ اسے تسلیم کر کے اپنی بات کی دلیل یہ دی ہے کہ اقرار کے ساتھ جو حد واجب ہوتی ہے وہ اقرار کرنے والے کے رجوع سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اور رجوع کرنے سے کوئی چور بھی عاجز نہیں' تو گواہوں کی گواہی سے واجب شدہ حد بھی چور کے بے دلیل دعوٰی سے ختم ہو جائے تو درست ہے۔

گویا اگر حد ختم ہوتی ہے اور سرے سے اس کا دروازہ ہی بند ہوتا ہے تو ہوا کرے' قانون کو اس کی کیا پرواہ ہے؟ ——— وہ تو بنا ہی اس لیے ہے کہ یہ دروازہ بند کرے!

جرم کے اقرار کرنے والے اور گواہوں کی شہادت سے مجرم ثابت ہونے والے' دونوں کے جرم کے ثبوت کے فرق پر غور کیجئے۔ اقرار کرنے والے کے جرم کی دلیل اس کے اقرار کے علاوہ کچھ نہیں اور وہ دلیل بھی اس کے رجوع سے ختم ہو چکی ہے۔ جبکہ دوسرے شخص پر جرم عادل گواہوں کی شہادت سے ثابت ہوا ہے' اس ثبوت میں ملزم کا کوئی دخل نہیں۔ اب اگر اسے اس چیز کا مالک ہونے کا بے دلیل دعوٰی کر دینے سے ہی قطع ید سے مستثنٰی قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اس کے جرم کا ثبوت یہ تھا کہ اس نے مالک ہونے کا بے دلیل دعوٰی نہیں کیا تھا۔ اب جو اس نے یہ دعوٰی کر دیا' اس کے خلاف جرم کا ثبوت خود بخود ختم ہو گیا! ——— قانون سازوں کی زبردستی کی انتہا دیکھئے کہ اقرار کرنے والے کے اپنے اقرار سے رجوع کو اور دوسروں کی شہادتوں سے ثابت شدہ مجرم کے مالک ہونے کے بے دلیل دعوٰی کو ایک بنا دیا ہے۔

کیا بے بنیاد شبہوں سے حد ختم ہو سکتی ہے؟ : رہا یہ کہنا کہ "چور نے اگرچہ دلیل

نہیں دی مگر مالک ہونے کا دعویٰ تو کر دیا ہے، لہٰذا اب احتمال تو ہے کہ واقعی وہ چیز اسی کی ہو۔ اس سے شبہ پیدا ہو گیا اور شبہ سے حد ختم ہو گئی" تو اس کے متعلق جرم کے ثبوت کی پختگی کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ گواہی دینے والے اس کے خلاف، کسی کی ملکیت سے نصاب کے برابر یا زائد چیز چوری کرنے کی شہادت دے چکے ہیں۔ ان کی شہادت سے چوری کی گئی چیز کا مالک بھی متعین ہو چکا، چوری بھی ثابت ہو گئی، چور بھی نامزد ہو گیا۔ اب اگر چور کے بلا دلیل دعویٰ سے پیدا شدہ احتمال کو حد ختم کرنے والا شبہ قرار دیا جائے تو پھر صرف چوری کی حد ہی نہیں، تمام حدود کا دروازہ بند کرنا ہو گا۔ مثلاً قاتل کے خلاف قتلِ عمد کی شہادتیں بھگت گئیں؛ اس نے دعویٰ کر دیا کہ مجھ سے قتلِ خطا ہُوا ہے مگر اپنے دعویٰ کی دلیل پیش نہ کی۔ تو بیشک قتلِ عمد کی شہادتیں موجود ہیں مگر احتمال تو ہے کہ قاتل سچا ہو۔ اب قصاص کا دروازہ بھی بند کہ کوئی قاتل بے دلیل دعویٰ کرنے سے عاجز نہیں۔ بلکہ گواہوں کے مقابلے میں اگر وہ یہ دعویٰ کر دے کہ میں نے قتل کیا ہی نہیں، چوری کی ہی نہیں، زنا کیا ہی نہیں تو احتمال تو اس کی بات کے درست ہونے کا پھر بھی ہے۔ اور بعض اوقات فی الواقع ایسا ہوتا بھی ہے۔ لیکن اگر عدالتوں میں ایسے احتمالات اور شبہات کی بنا پر حدود ختم کی جائیں تو پھر قاتلوں سے قصاص، چوروں کے قطعِ ید، زانیوں کی حد اور شرابیوں کی حد کا معاملہ ممکن ہی نہیں رہے گا اور کوئی عدالت بھی، جو اس قسم کے شبہات کو قابلِ قبول سمجھے، عدالت کہلانے کی حقدار ہی نہیں ہو گی! حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ طریقوں سے کوئی جرم ثابت ہو جائے تو پھر اس قسم کے بے بنیاد شبہوں سے اسے ختم نہیں کیا جا سکتا!

قانون دانی پر علماء کی اجارہ داری:

ایک عظیم دانشور نے مذکورہ ضابطہ سے حد کا دروازہ بند ہونے کے خطرہ کا جواب یہ دیا ہے کہ:

"اس سے حد کا دروازہ بند ہونے کا کوئی خطرہ نہیں کیونکہ اکثر چوروں کو یہ ضابطہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ اسے استعمال کر کے حد سے بچ سکتے ہوں، اور جنہیں معلوم ہوتا ہے وہ علماء کرام کی جماعت ہے جو عموماً چوری نہیں کرتے۔"

سبحان اللہ، کیا فقاہت ہے؟ —— اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ضابطے تمام

مسلمانوں کو نہیں بتانے چاہئیں، مبادا چوروں کو ان کا پتہ چل جائے۔ صرف علماء تک محدود رہنے چاہئیں تاکہ حد سے بچنے پر ان کی اجارہ داری قائم رہے۔ جب کہ قرآن وحدیث ہر مسلمان کو پہنچانا ضروری ہے، اس پر کسی کی اجارہ داری نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہ بھائی مطالبہ حنفی قانون نافذ کرنے کا کرتے ہیں مگر اپنی مساجد اور اجتماعات میں درس ہمیشہ قرآن و حدیث کا دیتے ہیں، مطلب اس کا جو چاہیں بیان کریں۔ کبھی ہدایہ، مبسوط، جامع، جامع صغیر یا عالمگیری کا درس نہیں دیتے۔ حالانکہ جب قرآن وحدیث کا مغز یہ ہے، تو عوام کے سامنے مغز کیوں نہیں رکھتے؟ ہو سکتا ہے یہ حضرات مجھ پر بھی ناراض ہوں کہ میں وہ مسائل، جو صرف علماء کرام کی جاگیر تھے، اُردو میں ترتیب دے کر عام کیوں کر رہا ہوں؟ مگر میرا عذر یہ ہے کہ میں نے اپنا فرض سمجھا کہ جو حقیقت مجھ پر واضح ہوئی ہے وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے سامنے بھی واضح کروں کہ اصل قرآن وحدیث ہیں، اور ان کا مغز قرار دی جاتے والی چیز میں کتنا تفاوت ہے! ـــــ ویسے ہمارے ان مہربانوں نے یہ بات مدِّنظر نہیں رکھی کہ جب یہ قانون نافذ ہوگا تو چوروں کو یہ ضابطے معلوم نہ بھی ہوں، وکلاء سے تو مخفی نہیں رہ سکیں گے۔ جن کا کام ہی یہ ہے کہ کسی طرح مجرموں کی سزا ختم کروائیں۔ افسوس، علماء کی اجارہ داری پھر بھی قائم نہیں رہ سکے گی!

(جاری ہے)

خلافت وجمہوریت

از قلم

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی

دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے!

ضخامت : ۲۸۸ صفحات

مجلد سنہری ڈائیدار ـــــ قیمت ۳۸ روپے

ناشر: ادارہ محدّث ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن لاہور ۱۴